رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳



# توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں، مذہبی جھگڑے نہیں ہوتے، بے تہذیب مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گریہ بھی۔ اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنایئے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں نہ چڑھایئے۔ اسلئے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت، رائے کی اصابت بے روئے رعایت نکتہ چینی، صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے۔ اخبارانہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

# منیجر کی نہایت ضروری گزارش

## قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے ملک کی خدمت کر رہا ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو بھیجا جائے اس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہ ہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بنیں اگر اس پرچہ کے مضامین آپ کے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو ایک ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ ما خیر شما بسلامت۔ ہندوستان بھر میں ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا بیچی کا واسطہ دینا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں کہاں گپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دو لفافے یہ نیاز مند منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں نا فروخت کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ آیا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے [illegible]

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مسلک کی پالیسی کے مطابق نہوں گے وہ شائع نہونگے اور ان کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تضحیک ان میں نہ ہو نقطہ۔

## نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹی پر لکھا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۴ مضامین غیب نمبر ۲۴
مورخہ یکم جولائی ۱۹۲۹ء

# بی ماسن مہری کے فلسفیانہ خیالات

(۵)

## خیر خیرات

اے ہو کوئی صدقہ خیرات بندہ اللہ کرتا ہے تو وہ بھلے کے واسطے کرتا ہے۔ مگر اس سے کیا مطلب کہ کون کیسا ہے۔ کس کی گزرت بھلے ہیں کس کی برے ہیں۔ تم کو اس فلسفہ سے کیا۔ وہ ان چار پیسے انہیں [illegible] سنوارنے کے لیے دیئے ہو تو وہ میرا صاحب پوچھے کیسی۔ اچھا ہوں ہی سہی تم نے روپیہ دیا اس نے ہاتھ سے صدقہ جانا گیا [illegible] وہاں [illegible] بھلا ہو [illegible] اللہ [illegible] میں پہنچے [illegible] آپ [illegible] بھری۔ دوسرے اللہ میاں ہماری کو بھی نوازتے ہیں سے

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار

تمہیں کیا الم معلوم کہ اللہ میاں اسے بخشیں گے یا کہیں [illegible] جہنم [illegible] کوئی [illegible] کرتا ہے کوئی کریم کریم کہتا ہے اللہ میاں سنتے ہیں سب کی۔ وہ میرا اللہ کو دیکھو آپ جاکے ہوٹل میں [illegible] ڈھیروں کا اپانی ڈھکوس جاتے ہیں تو کچھ نہیں سہتے پہ غریب کا [illegible] نکلتے ہیں تو کچھ نہیں۔ ہزاروں روپیہ [illegible] ہاتھ میں [illegible] تو کچھ نہیں۔ بل ادھر کسی نے ہاتھ پھیلا کے کہا اللہ بھلا کرے۔ بس لگے وکیل کی طرح جرح (بحث) کرنے اور سات پشتوں کا حال پوچھنے۔ تمہارے میاں کہاں ہیں یہ لڑکا کتنے دنوں کا ہے۔ کب رانڈ ہوئیں۔ کام کاج کیوں نہیں کرتیں [illegible] یہ ناک پر کیل کیسی ہے جیسی چھکلیاں [illegible] پھر بھیک کیوں مانگتی ہو کسی بھلے مانس کا در کیوں نہیں بیٹھ رہتیں۔ ابھی تو ابھی طرح پھر چاہے کی دال نہیں گلی جوانی کی کتنی باتیں ہیں۔ دیکھے صاحب باتوں کا تانتا لگا۔ منہ میں جو آیا ہو گئی بری بری آوازوں کا سماں ہی نہیں ٹوٹتا۔ اے چودہ صدی دینا دینا کچھ نہیں۔ بڑی برائی لگا ادھر بھی کی جھگڑے بکھیڑے اٹھے۔ جو دیکھے تو یہ تھوڑی کمائیں کے نام پر روتے ہیں۔ یہی کہے کہ وہ کس لڑکی کی نسبت ٹھہرا رہے ہیں۔ اور بیٹھے بیٹھے لوگ دینے کے نام گالی بھی نہیں دیتے اسپر فلسفہ جھانٹتے ہیں کہ بھیجا کھپنے لگتا ہے۔ اور اب تو زمانے کی سنیاسی ساگی نگوڑی خیر خیرات میں بھی قاعدہ قانون گھس گیا ہے۔ تاکہ یقین ہو جائے کہ یتیم خانہ یتیم خانہ دیکھو تو اللہ اللہ دفتر لگا ہے۔ سینوں کچھ بھی کی تہ اٹھیا جاتا ہے ہیں۔ یتیم خانہ کا ہے کو سارا بیٹی کی کوٹھی ہے۔ یہ لوگ کہاں سے آیا ہے وہ یہاں سے آیا ہے۔ اسکو یہ مسکو دیا گیا۔ بڑے بڑے اشتہاروں میں نام چھپتے ہیں۔ اگلے نواب نے چالیس روپیہ بھیجے کہ یتیم بچے فقط جیتے کی دعا مانگیں۔ ڈنکے کی چوٹ سو روپیہ بھیجتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کی بائیں کو خبر نہیں ہوتا۔ پیٹ بھر دینا کے چاہیے یہ بھی جو دعوے ہیں صدی کا لکھا ہے ہم تو اپنے زمانے میں دیکھتے تھے کہ خیر خیرات میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو خبر نہیں ہوتی تھی۔ نواب [illegible] صاحب جب مرے ہیں تو میں نے بیس رانڈوں کی ڈولیاں ساتھ بھیں ایک کو ام تھا کہ آج رانڈوں کا ورثہ تقسیم ہو رہا ہے۔ یہی مشہور تھا کہ بڑے کنجوس ہیں۔ تو وہ کیا کوئی آجکل کے لوگوں کی تنور (؟) دے کے ڈھنڈورا پیٹتے تھے۔ وہ نوج۔ وہی مثل ہے کہ کھا کے آگلے کا نہ کھلائے۔ نگوڑا جو کوئی ذرا بھی غیرت دار ہو تو اسے شرم کے کٹ جائے آنکھیں چار نہ کر سکے۔ تو جان دو جو کیا کہ اپنے نام پر یہ لوگ دیتے ہیں کوئی خدا کی راہ کا سودا تھوڑی ہے۔ اسی سے برکت اڑ گئی لاکھوں دیتے ہیں پھر بھی ثواب نہیں ہوتا۔ کسی کے دل سے دعا نہیں نکلتی۔ یہ سوں کا ذکر ہے ساجد کنجوس کی ڈیوڑھی پر کیا دیکھتی ہوں کہ ہاتھ دس مٹھیاں کوڑی

میں ابھی ابھی پورا نا کہیں بیٹھے رہیں لوگ آئے ہیں پوچھا آج کیا ہے۔ معلوم ہوا کچھ نہیں یہ ہیں لوگ رانڈ خانے کے لیے بھیک مانگنے آئے ہیں [illegible] ٹوٹی [illegible] میں تو کیا بتاؤں [illegible] بھی ہو تھوڑے تو مجھے کیا بتانے کو ہیں کچھ کچھ کوئی پڑا ہو کرنے والی بات ہوگی۔ اے غضب یہ ریاست دیکھو اور یہ بھیک مانگتا دیکھو۔ ہمیں نے تو بہت غیرت ہوں کھائی۔ وہی مثل ہے بھیک مانگنے چلے اور [illegible] ساتھ بھلا جس خاندانی خوف کے سے میرا بھیک مانگیں گے تو غیر غریبوں کو کون دے گا۔ [illegible] نا القادر و تعدادا ہو کے غیر سے غیر سے آگے ہاتھ پھیلائے آئے ہیں۔ آخ تھو۔ کیا باپ دادا کا نام روشن کیا ہے۔ واہ۔ رانڈوں کی پرورش کرنی ہے تو اپنی تنخواہیں کم کرو۔ بیبیاں [illegible] کوٹھی میں بیٹھ کے [illegible] کے دن [illegible] مانگنے لیے رانڈ خانہ بنانے کی ضرورت کیا ہے۔ آخر حسین آباد بھی تو ہے۔ سینکڑوں بیواؤں کی تنخواہ مقرر ہے گھر بیٹھے پہنچ جاتی ہے۔ اس پر یہ لیتے ہیں کہ رانڈ بیوا غریب محتاج ہے یا نہیں۔ شریف منزل میں منزل میں [illegible] نہیں جب [illegible] جب کہیں [illegible] کا ٹھکانا نہیں ہوتا ہے جب یہ یہیں حسین آباد کو رونا ہے۔ وے میں رانڈوں کی پرورش ابھی تو ہو سکتی ہے کل [illegible] ان کی جیسے مسجد الگ نہ بنائیں تو اپنا نام کا ہے کو ہو۔ میرے جی میں آتی کہ ذرا دیکھوں تو رانڈ خانہ کیسا ہوتا ہے۔ تقدیر اتفاق [illegible] میں اُن ڈپٹی صاحب کے ہاں نوکر نہیں تھی تو آئی بیگم گئیں بنارس اپنے میکے وہ دیکھنے گئیں عورتوں کا یتیم خانہ وہی میری بیوی۔ وہ وہ سٹڈیاں بھری تھیں۔ اللہ [illegible] نہ جانے کیا کیا نام تھے۔ کہنے کو رانڈیں ہیں ایسی آرام سے رہتی ہیں کہ میری اپنی پوتیاں کی بات کہ دولہن میرا تو بھی پیا [illegible] کو ناک کی کیل ہاتھوں کی چوڑیاں [illegible] کر دوں سے یہاں بیوہ رانڈ ہونے میں یہی چین ہے [illegible] کاش کیوں نہیں برس ادھر [illegible] ہوگئی ہوتی بیسیوں کو [illegible] کو رانڈ ہی ہو سہاگ جب سرخی سفید ہوگئی۔ کہ اب جو جوان لوگوں سے کہیں کہ ہم بھی رانڈ ہیں [illegible]

راشدہ بیوہ بیگم

پڑھ مارا آگیا ہے دن اٹھتے بیٹھتے جب دیکھو زق زق پیٹ میں پڑ گیا ہے۔ جیسا بھرتی کرو تو بھرتی کریں گے؟ بھلا ان بچاروں کے آگے ہیں کس پوچھے گا۔ کہیں گے ہاں پلو تھا کھاؤ۔ بیبک مانگو۔ مرغ جوگی بڑھیوں کو کون سمیٹے۔

خیر یہ بھی بات میں بات نکلتی ہے یہ ڈھنگ صدقہ خیرات دینے والوں نے سیکھے تو بھیک منگوں نے بھی نئی نئی چالیں سوچ لیں۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ محلے ٹولے میں کوئی مر گیا اور دے گئے سو سے کسی ہمسایہ کے دروازے دروازے چلے گئے۔ حضور اس شخص کے سالے کی ساس کی منجھلی بیٹی کی دیورانی کے خالو کی چچازاد بھائی کے بہنوئی کی پڑوسن کے سمدھی کے نواسے کے خالہ زاد بھائی کی نانا کے چچا کی بی بی رانڈ ہو گئی کفن نہیں ہے۔ چلیے دو چار روپیہ مل گئے۔ ایک آدھ روپیہ اپنے ڈبیا میں رکھا باقی کو ذرا سے میں صرف کر دیا۔ اب جو کوئی یوں آگے گئے تو چیز اسی ساتھ ہوتا ہے۔ جاؤ دیکھو تو آدمی سچ بولتا ہے کہ جھوٹ کہتا ہے۔ تو دو ڈھائی پہر دو ہی دوڑ دھوپ میں مر رہے کی بائی کی جائی نکل گئی سوکھ کے منڈا ہو گیا تو کہیں گولے توپ کی بارسی آئی۔ پھر نتیجہ یہ کہ اس بیٹا وہ سب کیا کہ کیسی بنی۔ گھسی کر رہی۔ یہ نہیں خیال کرتے کہ اچھا نیکی کا ہم نے جھوٹ ہی سہی تو کوئی ایسی ہی ناک ہو گی جب کو اس نے بھیجے ہی اپنے رشتہ دار کو مار ڈالا۔ جتنا بھی بھرکا ہو گا۔ ایک مرد

کرنی چاہیے۔ اور ہمیں سے دل ہی نہیں۔ مل جائیں کے آگے امیر زادوں کی چالاکی کا جادو نہیں چلتی۔ تم ڈال ڈال تو وہ پات پات۔ ایسی بنتے ہیں کہ جواب نہیں۔ زبان بگاڑ کے کہ دیا۔ دروازہ کیا جاتا تھا جو کہا ہے کہ ارے اسان رخو اسان کا۔ چندہ دو ہے راہ میں لٹ گیا۔ صورت دیکھو تو ایسی ہی بگڑی۔ نہ جل ہوا وہیں ہی جھبار ہے۔ جب دیکھو رنڈیاں شان کی ازار رشلوار۔ ٹانگوں میں ویسی ہی ڈاڑھی۔ سر منڈے والے میں کوس بھر کے۔ ساری عمر تمام ہوئی کھلوا کھلوا میں اور بن بیٹھے آغا۔ اب خراسان جیسے چیرا ہی کو تو جاتیں۔ یا ابھی بیل کا تنگ پر تنخ بھر کر دو پیٹ لیا بیا بھی پر تیل لگائی لنگڑی کھینچتے زمین پر اکڑ کرتے چلے۔ بابا ہم سندھا ہی آدمی ہیں۔ ہم پر وقت پڑا ہے ہم لڑائی جھگڑا نہیں جانتے۔ شریف مرد آدمی ہیں۔ ڈاکا پڑا گھر بار لٹا تنگ ٹوٹی تو اب جیل خانہ ہو گیا۔ مرخر اشرفی کچھ دینا پڑا۔ بھلا سندھ راج جہاں سے لڑکیاں آتی ہیں کون جائے۔ ابھی پرسوں ایک عجیب وضع قطع کا مرد جھنگ رہا تھا کہتا تھا

کہ سرکار نے ہم پر ظلم کیا ہمیں ویران کر دیا ہم پہ پوچھیے دیکھتی ہوں تو پوری بستی منہ میں ہے۔ ہائے تم پوچھے کہنے لگا پر پتا نہیں ہوتا۔ نہ جانے مر جایا کیا جاتا ہے۔ اسی تنور طرح ہمارے پیکے میں ایک بڑی بی رہتی تھیں کیسی چالاک کہ بس کیا کہوں نہ کام نہ کاج مزے سے گھر میں راج کرتی تھیں۔ بڑھاپا ہر تیج اور دھا اور گنڈے تعویذ عمل گئیں۔ اور بن ٹھنیں تھیں۔ یہ مرے کی شتیں دستک۔ اور میاں بچے گھر ساتھ ہی گئیں اور دھندا دیا۔ سوپ تھا زرد۔ لڑکیاں ڈھولک بجائیں بہ صد لا حول چار پیسے باز وقت کٹ گئے پھر بچہ عرضیاں لکھوائیں۔ ڈول پر چڑھ جائیں کسی امیر کے دروازے۔ کل ذرا مروانے بیٹھی لڑکوائی۔ آنکھ سے عرضی پڑھ کر لڑکیاں بیاہنے کو بیٹھی ہیں اور آگے پیچھے کوئی نہیں بھرت سوت رانڈ بیوہ ہوں ادھر بیچ تھا جیسے شریف کی زیارت کرنے جا رہی ہوں کربلا معلیٰ کربلائے معلیٰ کی تیاری ہے یہ ہے وہ ہے بیسیوں نخرے۔ یونہیں سیکڑوں روپیہ مار لاتی تھیں۔ گئی تھیں بیچاری بڑی خوش مجھ سے کہنے لگیں دیکھو موئی الامن یہ روپیہ لے اب کہاں جاؤں کہاں نہ جاؤں۔ بیٹی بس بڑی ہوا ہے اے نام اللہ کا وہ بھی چل بسیں۔ خدا جیسے تیسیں کربلا گئیں۔ پتا نہیں اب کہاں۔ بڑی مشکل میں جب ڈگ بچے بھوکوں تھرتھر کر کھا گئے تھے میری خوشی سرکار ہیں گرمی عرضی کیا کرو۔ ذرا نہی بیگم صاحب نے مجھے کسی کام کو بھیجا تھا۔ میں



دار گورنمنٹ گورکان ادھر بھی ہوا ہو گا بس جبھا کہ گھنٹی آ نہ الرٖ معلوم کب سے باس بیٹھا کرتے تھے کہ الم مگر تھے جیل میں آ گئی کہ واہ ذری سی آ تھرا دی ہے و تو واں صبح کو نکل رہے تھے میں نے کہا کہ میں اشتہار بیٹھے بیٹھے بیٹھے تین کے جھاڑو دینے لگی اتنے میں دروازے پر وہیں آدمی کھڑے ہو گئے جبھی میں دل میں ڈرا کہ اب بگڑے بندہ حاجی ہاتھ میں لیے کتنا ڈرے پر آن کھڑا ہوا شام کیا ہوں ایک انگریز گورا جیتا کھڑا ہوا ہے ساتھ میں رستم جی اس سے بچے چار لال تم کون ہو میں نے کہا حضور میں کون آپ کی مہربانی ہوں غریب آدمی ہوں۔ وہ بولا اچھا ساتھ ہم لکھنؤ میں نے ہاتھ جوڑے کہ حضور میری کوئی واقفیت نہیں کس کس کا باندھے کو وہ سکر کے چلا گیا اسکے تیسرے دن ایک منشی آئے بیوہ عورت ہوا دامن کون ہے کوئی بھی لگی کہ اس کے کوئی نہیں جو کوئی مرتی ہے بڑی نیک ہے جیلو تین روپیہ مہینہ لینے لگا۔ پانچ چھ مہینے یا پھر آرام ہو گیا۔ تو میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ

ذری ذری بیجاں جھیل نکلنا کے تو عورت کی نہیں ہو سکتی خیر خیرات جیسا جو کچھ ہو سکیں اور جو بیچاریاں جیلوں میں پہنچیں تو بھلا اُن بیچاریوں کی تو مجبوری ہے جہاں جہالت بھی گھر سے کیا کہہ دیکھو وہ گئے خالی عورت نے کیا آنکھ کی عورت نے کیا کیا۔ اگر کسی مرد سے کے جیل خانوں میں آ گئی۔ والی جیالی کے بوتے عیب چھپا دیا پکڑی گئی جیل خانہ ہوا۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ فلانی عورت ایسی نیک پاک ہے پہلے عزت آبرو لیے بیٹھی رہی۔ نہیں بس جیل خانہ یاد رہتا ہے نیکیاں سب بھول جاتے ہیں۔ پھر اب تو جیل خانے کی ہوا کھانا بھی برائی نہیں۔ وہی جو کہتے ہیں بھلا نام ہے ہماتما گاندھی کی بدولت سیکڑوں اچھے اچھے بھلے آدمی جیل خانے گئے جیل خانے سے نکلے آرام ہے اور بندہ نے جیسے نصیب کھل گئے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کتنے لوگ بیچھے ہوتے جلوس نکلا۔ کس آدمی جنکو آنے پھر بس کوئی پوچھتا تھا گھر بیٹھے روٹیوں سے تنگ گئے گئیوں پر سستے لگا۔ اتنے میں بہو دانتوں سب لوگوں نے بھلا دیں۔ گنتا پایا تو منشی جی جاتا رنگ تو اب سمجھی کے انھیں جیل خانے والوں کے حوالے کر دیا۔ ایک منت خود جا کر کیا مگر دو سرے وقت کے کر تھے کے دو شخصی دکھیتی ایسا ہو ہے دیکھے۔ تو بی بی جیل خانے جانا بھی ثواب کا کام ہے ان کے بیچاں جیلوں کا کسی نے کھوج نہیں لگایا۔

خیر خدا کے صدقے جائیے جیں نے اب تک آبرو کو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دامن نیندی نے بچوں کے سامنے ہاتھ پھیلا سے اور ہاتھ پھیلا سے میری بلا بھی تو بیٹھے بیٹھے کے ڈھنگ آتے ہیں۔ بیگم جو تم کہتی ہو یہ کیونکر کہ منشی جی لے دیا سے ہیں جو جو واپس دیتے ہیں۔ بیچارے بڑے نیک آدمی ہیں۔ کہو ایسا سچا ہے جیسے دوشن۔ کبھی آگ لیے کبھی اُن کے باورچی سے باتیں کر کے چلی جاتی ہوں۔ باورچی بھی اچھا بچہ ہے مجھکو ماں کہتا ہے۔ مجھکو اسکی محبت ہو گئی ہے میں بھی رشتہ بے وقت مسالا پیس دیتی ہوں برتن مانجھ دیتی ہوں۔ اسے ہاں اس لڑکے کا بیاہ ہے مگر شادی بیاہ ہے۔ بیچارا کھانا بھی میرے لیے رکھ چھوڑتا ہے۔ منشی جی کے کپڑے میں دھوتی چار پردے پڑے ہیں ایک پردے میں تھا ذری سا چھید تھی تو ذری سی پھر تک کاٹتے جاتے میرا ہاتھ جو لگا تو بڑا سا چھپا کا ہو گیا میں نے کہا منشی جی یہ پردہ بڑا ہی پرانا ہو گیا۔ کہنے لگے جلا کر انھیں پھینک دو۔ میں سوئی لائی ایک آدھ ٹانکا دیا منشی جی اپنے کام میں لگے تھے میں نے کہا منشی جی یہ تو سوئی کے ساتھ ہی چلا آتا ہے بیوں کیا ٹانک۔ کپڑے میں جان ہی نہیں۔ کہنے لگے ایسے ہو گا کم ہی سے جاؤ۔ میں دعائیں دیتی چلی آئی۔ یہ دوسرا جاڑا ہے۔ وہ لحاف دھوئیں کے میں رہی پہلا ابھی اور چلے گا مرد ہے۔

## دولت مند ہونے کا سنہری موقعہ

جو لوگ بیکار پھرتے ہیں ان کے واسطے یہ سنہری موقعہ ہے کہ آج تک ان سے [illegible]

نیلام: رسالہ وسنگاری پریس چاندنی چوک دہلی

## بعدالت جناب سب جج صاحب بہادر اول بہرائچ

نام: جی وغیرہ — فریق ثانی

[illegible]

دستخط حاکم بحروف انگریزی

مہر عدالت

## سمن برائے انفصال مقدمہ

[illegible]

بنام

دستخط حاکم بحروف انگریزی

مہر عدالت

وقت حاضری بوقت

وہیں رہا نے ہیں بہت بھولے ہوئے ہیں، عورتیں نندی اور مزاج اندر مزاج، کی ہوتی ہیں جو منشی جی کی بی بی تھیں، تو بھلا یہ وہ مجھے کیا تھا، وہ خود ہی بھلو کرتیں کہ بچا جانے میں کام آئے گا۔ بیٹی جہاں تک بس چلے بھیک مانگے اور جو مانگے تو اس میں سے کچھ بچائے ضرور۔ انسان کے ساتھ بیماری ڈکھی لگی ہوئی ہے کون جانے کل کیا ہو گا۔ جہاں میں نے تیسرا نکاح کیا تھا اسی محلے میں ایک رنڈی رہتی تھی جوانی میں آگم اندیشہ نہ دیکھا بڑھاپا آیا تو کی پائی نہ بچے۔ خاصوں خاک تک پان بیچے [illegible] کے نکل گئی جو کچھ اشرف نے دیا سے آئی کل کبھی ہاتھ نہیں پھیلایا۔ ایک ننھا سا کرتا تو کی ٹوپیکا ٹانکے کے بنوایا تھا جو پان نہ بکے تو رومال میں کر کے بیٹھ کے پر بیٹے دیر اپنے سے اٹھی جائیں اور مزدوروں کے آگے [illegible] کہ بی بی یہ کرتا لٹکا ہے وہ جا کے انسو بھی ٹھنڈی سانس بھر کے ٹپکا دیے کہ اے بیٹے والا تو قبر کی گود میں ہے اس نیندی کا ننھا سا تھا دو دن کی بیماری میں چٹ پٹ ہو گیا۔ سوخت پڑا ہے بیچے ڈالتی ہوں رکھ کے کیا کروں۔ لوگوں کو ترس آ جاتا تھا۔ مرے ہوئے بچے کا کرتا بھلا کون لیتا۔ پیشگوئی تھی۔ ہاں ..... وہ چار آنے اسی جانے مل جاتے تھے۔ جب وہ مری تو وارث انجمن نے اٹھوائی۔ مل وہ روپیہ تکیے میں رکھا تھا کسی غریب کے کام آ گیا۔ اسی سے تو میں کہتی ہوں کہ انسان کو برے دنوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

بقیہ ————

محمد علی ردولوی

## مسٹر پنچ کا پوسٹ بیگ

### بڑے نہ ہوئے لڑ ہوئے

حضرت۔ ہنگامہ پسند دنیا میں غلغلہ ہے کہ مولانا پنچ اب بڈھے ہو گئے بیچارے کونے میں بیٹھے اللہ میاں کی تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے لوگ ان کے وجود میں شبہ کرنے لگے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں کسی نہ کسی چھیڑ ہوتی رہے کہ بازار ظرافت سرد ہونے پائے لہذا ایک چھوٹا سا خط [illegible] نام ہمارا ظرافت کی نبض کا امتحان لینے کو [illegible]

اُمید ہے کہ آپ اس احسان کے شکریہ کو بخندہ پیشانی قبول فرما کر گردن مبارک پر بار دیں گے اور سائی جناب کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔ بیچیے اسیر ..... اقبال سے کی جاتی ہے اگر اس پر بھی آپ کے قدر دانوں کی فہرست لنگڑی ہی رہے تو قسمت۔ وہ بھی کوئی پہلوان ہے جو لڑے جو بغیر لنگ کے ماہر موقوف ہو گیا ہو۔

راقم ........

پنچ۔ پہلے ایک واقعہ سن لیجیے پھر جواب عرض کروں گا۔ مولانا ولی اللہ صاحب مرحوم فرنگی محلی اپنے مکان پر بیٹھے درس دے رہے تھے کہ ایک افغانی جوان آیا اور کہنے لگا کہ مجھے بھی شاگردوں کی فہرست میں درج کر لیجیے۔ پہلے تو حضرت نے سر سے پاؤں تک اس نوجوان کو دیکھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے فرصت نہیں ہے کسی اور عالم سے پڑھو۔ پٹھان افسردہ خاطر ہو کے چلا گیا۔ کسی شاگرد نے استفسار کیا کہ حضور نے کیوں اس پٹھان کی آرزو پوری نہ کی ............

..........مولانا مسکرا دیے اور جواب دیا کہ میں نے کابلی پٹھانوں کو پڑھانے کی قسم کھائی ہے۔ شاگرد نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ایک پٹھان مجھ سے درس لیتا تھا جب فارغ التحصیل ہو کے وطن جانے لگا تو ایک روز تلوار لے کے میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مولانا آپ کے احسانات کے عوض زر و جواہر کی حقیقت ہی کیا ہے جو علم دین کے ہم سنگ و ہم پلہ ہو سکیں۔ حقیر تمام شب اسی فکر میں رہا کہ حضور کے ساتھ کیا برتاؤ کروں جو حضور کو دنیا و آخرت میں نفع پہنچائے جب غور و فکر میں نے طے کیا کہ شہادت کے مرتبے سے بہتر کوئی بدلہ ان احسانات کا نہیں ہو سکتا لیجیے یہ ہے شمشیر آبدار ابھی ابھی جلا کروا کے اور دھار رکھوا کے لایا ہوں حضور گردن جھکائیں ان شاء اللہ ایک ہی وار میں فیصلہ ہو جائے گا حضور شہیدوں میں داخل اور ہم ان کے فیض صحبت سے مستفیض ہوں گے۔ اس طالب علم کے تیور کہہ رہے تھے کہ دل سے کہہ رہا ہے اور جو کچھ کہتا ہے ضرور کر کے چھوڑے گا میں عجب تذبذب میں تھا۔ اگر شہادت کی نعمت سے انکار کرتا ہوں تو [illegible]

کے ہاتھوں جبراً قہراً حاصل کرنا پڑتا ہے، اور انکار کرتا ہوں تو حسن شمشیر کے گھاٹ اترتا اور زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ آخر خدا نے تدبیر دل میں ڈال دی اور میں نے کہا "آفریں۔ خاں صاحب آفریں۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ واقعی تم حق شناس ہو۔ تمہارے ہاتھوں مجھے وہ نعمت ملتی ہے جو شمر کے ہاتھوں سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کو ملی تھی۔ خدایا تیرا شکر ہے سیکڑوں شاگردوں میں سے آج ایک شاگرد ایسا ملا جو استاد کی مغفرت کا ذریعہ بننے والا ہے۔ مگر پہلے میری دو باتیں سن لو۔ ایک تو یہ کہ مجھے شہید کرنے کے بعد تم فوراً توبہ کر لینا اس لیے کہ مسلم کا خون بہانا حرام ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میرا احسان کرنے کے بدلے میں دوزخ جاؤ بلکہ میں خود سفارش نامہ تمہیں دیتا ہوں کہ میرے اعزا تم سے طالب خون نہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ مجھے غسل کر لینے اور نماز پڑھ لینے کی مہلت دو۔ میں گھر میں جاتا ہوں غسل سے فارغ ہو کے میں نماز پڑھوں گا لیکن تم جیسا آخر میں اپنا کام کرنا۔ میں نے ایسے ثبات و تب کے ساتھ یہ گفتگو کی کہ شاگرد کو میری باتوں یقین آ گیا اور اس نے کہا تو پھر جلدی غسل سے فراغت کیجیے۔ میں نے زیر پائی بینی زنانے مکان میں داخل ہوتے ہی دروازہ اندر سے بند کیا اور کوٹھے پر چڑھ کے شاگرد صاحب کے ارادے سے محلے والوں کو اطلاع دی۔ محلے والے دوڑے اور شاگرد صاحب کی جان بمشکل رفع ہوئی۔ وہ دن اور آج کی گھڑی میں نے پھر کسی کابلی پٹھان کو اپنا شاگرد بنانے کی قسم کھا لی۔ (یہ حکایت مولوی سید علی ارشد صاحب مولانا کے شاگرد بیان کرتے تھے واقعہ صحیح و معتبر ہے)

شاید ہمارے دوست مضمون نگار صاحب سے اور اس کابلی پٹھان سے کہیں ملاقات ہو گئی اور دل مل گیا۔ مضمون نگار صاحب کا دل بھی آئینہ اور کابلی مولوی کا دل بھی آئینہ۔ آئینہ کا مقابل آئینہ ہوا اور خیالات ایک دل سے دوسرے دل پر منعکس ہو گئے۔ بہرحال پہلے وہ بھی حیدرآبادیوں کا کام دکھا آؤ [illegible]




جب بہ تقریب سفر یار نے محمل باندھا
انڈیا جان نے ہر رستہ میں اک دل باندھا
لارڈ اروِن سے دریں دریائے کیچڑ خیز پالیٹکس شور افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسہا
انڈیا جان سے دل کی سود و زدستم صاحبدلاں خدا را۔


ز غارت چمنت بر بہار منت ہاست
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند
دیکھئے پھولوں کی لاج رکھے گل عارض کا رنگ ہے، اس کا رنگ پھیکا ہوا جاتا ہے۔ خوشبو درکار ہے تو یہ عطر حاضر ہے۔
کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجران عطر چوک لکھنؤ کے عطروں میں تازہ پھولوں کی نکہت ہوتی ہے۔

اور فرزندِ اسی قسم کی بے اعتدالی پر مُصِر ہو تو معاف کیجیے۔ بی بی اور صاحبزادہ نے خفت کھائی۔ پھر آپ نے مد مقابل بھی وہ تجویز کیا ہے جسے طرہ و شملہ تہذیب پارلیمنٹ فرزند سے لگاؤ نہیں۔ اس طرح کی شہادت کا جواب مادرِ مہربان اور صاحب نے تسلیم کیا۔ نہ ہم قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔ ایسا جامِ شہادت آپ ہی کو مبارک۔

## ایک اصلاح

کرمِ تسلیم۔ ابھی پرچہ میں آپ نے ایک جگہ ڈوی کے معنی یہ لکھا کہ (TORY) ٹوری سے مخفف ہو کر ڈوی ہو گیا۔ یہ صحیح نہیں ڈوڈو (DODO) انگریزی میں چنڈو کہتے ہیں۔ ڈوڈو چنڈو کی تحریف ہے۔ قدیم زمانے میں شبِ بازوں یعنی تیتروں کے ساتھ چھوٹے لڑکے رہتے تھے جو لڑکوں کے ساتھ چنڈو کی کما کرتے تھے اور اس کی سمت کا اقرار بظاہر ہوتے ٹھکانا تھا اسی شبہ والے کی منزوی قریب ہو کے تم کو مطلب تھا وہ بیٹھے بیٹھے سماتے تھے۔ چونکہ کبھی پکڑے رہے ایک سہ کا گرم سے باہم جا چنڈو کی کہاتے تھے لہذا ڈوڈو بمعنی تابع فرمان اور خوشامدی کے معنی میں رہ گئے اور لفظ ڈوڈی اسی ڈوڈی سے ٹوڈی نوکر کا مخفف ہے جسکے معنی خوشامدی کے ہیں۔

نیازمند سید محمد عسکری

(دو بڑی ہے سکریٹری انجمن اردو)

**پنچ**۔ اصلاح کا شکریہ۔ لیکن ٹوڈی لاجواب کے حق میں اچھا یہی تھا کہ آپ ہمارے خیال کی تائید فرماتے رہتے۔ کیا معنی کہ ٹوری پھر بھی ذی عقل گروہ ہے اب تو حضرت اور بابا لجواز کا اعتراض کر کے سب دشتم کا رخشت پنجاب میں کردے کیلئے جل پیدا کر رہا ہے اور بھی ٹھری ہو گیا۔

ایک بدصورت عربی شاعر کی بی بی اپنے میاں کی بصورتی پر بہت ناراض تھی اس بدصورتی کے قصے نے یہاں تک طول کھینچا کہ میاں بی بی میں ان بن ہو گئی اور شاعر صاحب کو ستعلق زبانی اہلیہ کی ضرورت واقعی ہوئی۔ شاعر نے اپنے ایک ظریف دوست کو واسطہ اصلاح مقرر کیا۔ ظریف نے شاعر کو ساتھ لیا اور شاعر کی بی بی کے مسکن پر گیا۔ لڑائی کی وجہ دریافت کی۔ بیگم صاحب نے کہا۔ دشمنا ذہبی مرا بدصورت ہے۔ آگے مجھے اس کی صورت کو ظریف یہ سنو بیگم صاحب یہ میں نے مانا کہ وہ بصورت ہی نہیں گندہ دہنی گندہ دہن گندہ چشم بیلا۔ انگور کی شسست کریہ ست دماغ۔ بھوپڑ۔ بے تمیز۔ لنگڑا بھی سیری۔ بھی ہے مگر یہ عیب تو خلقی ہیں۔ تم خالق کو الزام دیتی ہو۔ اس غریب بدقسمت کو عیب کی فہرست شاعر نے سنی تو کہنے لگا بس میاں بس تمہیں یاد آیا تمہاری سفارش ہے۔ کمبخت خدا تمہیں غارت کرے بی بی کو تو میری بدصورتی ہی کی شکایت تھی۔ تم نے بیس عیب اپنی طرف سے بڑھا دیے۔

عجب نہیں کہ ٹوڈی صاحب جناب مرزا صاحب کی اصلاح پر اسی طرح مجرمان جائیں۔

## ٹیلیگراف

دہلی سے (جس دہلی سے اردو زبان کا مولد و منشا کہنا چاہیے) بنام ٹیلیگراف ایک اردو روزنامہ نکلنا شروع ہوا ہے جسکے مؤلف ڈاکٹر شفیع احمد صاحب پی ایچ ڈی ہیں۔ مقصد نہایت مبارک ہے یعنی فرقہ وارانہ مرض کی روک تھام۔ بھلا ایسے مقاصد کبھی پورے ہوتے ہیں خصوصاً بدنصیبی اور ادبار کے زمانے میں۔ ایسے ہی مقاصد ہیں جنکے بارے میں ایک عربی شاعر کی زبان پر مرتے دم تک یہ شعر رہا ؎

الی اللہ اشکوات فی القلب حاجۃ

تمر بھا الایام وھی کما ھیا

ہمارے دل میں ایک آرزو محض ہوس ہو نا گزر جاتا ہو گروہ میوں کی تمیوں ہو اخبار نویسی کا فن باوجودیکہ اخباری کا غذ برساتی کی گمڈیوں کی طرح نکل پڑے ہیں نہایت بے قابل و محدود خطا کی حالت میں ہے۔ کچھ دنوں دیکھنے کے بعد اگلی زندگی کا ضعیف حصہ پورا یا مفقود ہو جاتا ہے ؎

در بہاراں زادہ و مرگش در دہی ست

پشہ کے داند کہ ایں باغ از کی ست

چاہیے یہ بھی ہو سکتی ہے جو شمیم کی طرح غیر مرئی جسم قبول کر کے زمین کے رحم میں بارش آب و قت و فساد کا انتظار فرماتے ہیں کہ تیغ بازی کا چھینٹا پڑے تو ہاتھ پاؤں نکالیں۔ انھوں نے اپنی موسمی زندگی میں کسل پسیجی حیوں کی طرح اشتعال دینے والوں اور خریداروں کا خون چوسنا اور قتل کام کر کے خطایں کی سادگی سے دہوں اشتعار بجائے پالیسی بدل کے قزاق تمالیہ روں کی خوشامد کر کے پہنچیں رسیوں پہ دیا ہو یا ہنگے عیب ہر خاک ڈال کے بگاڑدی تھی انکے لیے نیس اصنام بدل کے دو بارہ قشر ایف لانا ضروری ہوتا ہے۔ سنتے ہیں ہوتے جاتے ہیں مجالب پرست زمانہ کی نبض کی کا سلیقہ رکھتے ہیں حقیقت شناسی کی طرف تو بنا کھائی ہیں ہونے دیتے۔ جدھر کی ہوا چلتی ہے ادھر ہی جھک پڑتے ہیں۔ بتجیر کر دیتے والے اور اہی اخبار و تار مشتعل کرنے والے جعلی درجات ہمارے خاص جبارہ کے عنوان سے گھومتے میں انھیں حادثیں خبر کے غلط ہونے پر جیتے نہیں کوئی پوچھتا ہے کہ خبر کہاں سے آئی اور باور کرنے کے قابل بھی تھی یا نہیں لیڈر ائی دکان جد بند ہو گئے جد پھر چلنے لگتی ہے شاعر کہتا ہے ؎

بذا جرت الایام ما بین اہلہا

مصائب قوم عند قوم فوائد

دو دونوں کی رفتار یہی ہے کہ خانہ ویرانی کسی کی ہو کسی کا گھر بنتا ہے ایسی صورت میں ڈاکٹر صاحب کی سعی اتحاد خدا ہی ہے جو بار آور ہو خصوصاً دہلی کے سے مقام میں جو پنجابی ہوا کے تھپیڑے اور دار السلطنت ہونے کی وجہ سے جدائی کے تھپیڑوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو یقین رکھنا چاہیے کہ ان کا یہ مقصد پورا نہ ہوگا۔ ورنے صاحب ہم بھی اسی مقصد کو مدت سے دل میں پال رہے ہیں مگر آج تک تو کبھی نہ پنپنے کھلتے ہی رہے۔ بقول بدنصیب کے بگاڑ کے ڈیل کھل کے کا شاہد کیا ڈیل پر ہو ئی نہ چڑھنا تھی نہ چڑھی۔

ٹیلیگراف کو اس قسم کی سرخیوں سے پرہیز لازم ہے۔ اسلامی دنیا۔ ہندو دنیا۔ ہندو اسکے قعائد بند ہو۔ کیا پیر بیرا گی ہندو نہ تھے۔ کیا معنی کہ اسلامی دنیا کیسی اسلامی دنیا ہی لمنال میں ہے۔ جہاں نفاق و شقاق سے کوئی گوشہ خالی نہ ہو۔

وہاں مذہب رہ سکتا ہے نہ دنیا۔

یہی سبب ہے کہ دنیا تو وہ اگرچہ مسلمانوں کی دنیا ضرور ہے لیکن ہے وہ دھوری۔ یا وہ دنیا مسلمانوں کی ہے نہ ہندوؤں کی۔ سچ پوچھو تو اسکا بیاہ کا سہ کلاہان دریغ تراوش سے دست بردار ہو چکا۔

ہمارے ڈاکٹر صاحب نے ایک نقشہ عام اور بھی جاری کیا ہے ہر شہر کے آبادی گرد کا دیوار پر چٹے ٹیلیگراف کے چسپاں کر جاتے ہیں تاکہ لوگ مفت دیکھیں گنیں ایسے بار یا ت اشخاص کی تلاش ہے جو ایک پرچہ لے بے مفت لیں اور جا بجا دیواروں پر چپکا دیا کریں اقرار ہو کہ یہ حلف کرنا ہوگا۔ پھر خود ہی افسوس کرتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ہمارے بھائیوں کی اس قدر حالت گر گئی ہے کہ انھوں نے ہمیں حلفیہ تحریر روانہ کرنے کے باوجود اپنے حلف کی پرواہ نہ کی اور ان کے یہاں سے ہمیں رپورٹ ملی کہ اس جگہ ایک اخبار بھی چسپاں نہیں ہوا ...... ہم ان بے ایمان حلف فروشوں کو مطلع کرتے ہیں کہ اگر آپ چار اخبار روزانہ چسپاں کرنے کا انتظام نہیں کر سکتے تو ہمیں اطلاع دیجیے۔

معقول! جناب ڈاکٹر صاحب آپ کو حلفیہ اقرار دکھا کر کیا اور کیجیے۔ یہ اقرار کس سیہ توہمت نے کیا تھا کہ مخالفت حلف کے بعد آپ کو اپنی بے ایمانی کا گواہ بنا ایک پرچہ آپنے اجرت میں عنایت کیا اور تمام رات چار پرچے تو دو دیواروں پر چپکا دیے گئے اب کوئی اکھاڑ لے جائے تو چپکانے والا اسکا ذمہ دار نہیں۔ جناب تو اخبار سے ابھی کچہری کا سمن مدعا علیہ کے دو دو ذمہ کے سپرد کر دینے کے بعد کچہری کا مذکور کوئی ذمہ دار نہیں جناب۔ اگر آپ کو اپنے چاروں پرچے عزیز ہیں تو چار پرچے بھیجیے اور چار آدمیوں کی تنخواہ فی نفر خیر دو دو پیسہ روزانہ کے حساب سے عنایت کیجیے جو رات بھر ٹھنڈوں کی دستبرد سے اس مال مفت کی حفاظت کرتے ہیں۔ اچھا یہ بھی دیکھی آپ سے یہ کب قرار ہوا تھا کہ چپکانے کے بعد ہمیں ان پرچوں کے نوچنے اور جدا ہے یہ ٹکڑے ہو کے بیچ لینے کا حق نہ ہوگا۔ اخبار ہے لیا چوڑا باریک قلم سے لکھا ہوا اور چپکا ہے کوئی پڑھ نہیں سکتا نہ کیا دے تو چاہیے کا سیاہی کسی کو وہاں ٹھہرنے نہیں دیتا اور

انکھ جورہے ہیں کا رنگ ہو جاتا ہے۔ اس پر بھی سیاہی چپکا دیا گیا۔ اس اگر اس انتظام کے ساتھ چار پرچے روز ہر پرچے کے ساتھ ایک روپیہ کرایہ عنایت ہوں تو دو سیر گا بعد ان میں دو دو لطافت کا اشتہار کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال ڈاکٹر صاحب ابھی خود بھی دنیا شناس نہیں ہیں۔ دیکھیے خسارہ کا اندیشہ ہے فی پرچہ ایک پیسہ قیمت ہے۔ سالانہ عشرت کا غذ کھائی چھپائی قریب ہے ۲۰۰۰ روپیہ کے پورے ایک تختہ پر چھپتا ہے۔ نمونہ مطلوب ہو روزانہ دہلی سے طلب کیجیے۔

## کامیابی

ہمارے مکرم دوست خواجہ حسن نظامی صاحب کام کے آدمی ہیں بیکار رہنے والوں سے اگر نہیں بہتر ہے تو بیچا نہیں چنانچہ ڈاکٹر سید احمد صاحب بریلوی اور خواجہ صاحب کی نگرانی میں ایک ماہوار رسالہ "کامیابی" حال ہی میں شائع ہوا ہے "کامیابی" ہر ناکام کو محبوب ہے لہذا مسلمانوں کی ناکام جماعت کو اس رسالے کی قدر کرنا چاہیے جو انھیں کام کی باتیں بتائے گا۔ ناکاموں سے کامیابی تک پہونچنے والوں کے دلچسپ افسانے سنائے گا۔ تجارت زراعت و حرفت کے علاوہ اور جو ہتھکنڈے روٹیوں سے لگنے کے گر میں آئینگے وہ بھی بتائے گا۔ خواجہ صاحب کوئی گمنام آدمی شخص نہیں جو انکی تعریف کی جائے۔ سو جزو کا ہوا اور دو سو چھ سالانہ قیمت! اب اور کیا کسی کا گھر بیچو گے۔ لکھائی چھپائی کسی چیز میں مہنگا نہیں۔ دلچسپ ہے ضرور منگا کے مطالعہ کیجیے مطالعہ بھی ایک قسم کی کامیابی ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کا قول ہے ؎

اے چرخ نیلی ساں ہے تر تو عشرت ہیں آرام نہیں
محروسیوں سے محروم نہیں ناکامیوں سے کام نہیں

منیجر کتب خانہ حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ دہلی سے منگا لیجیے۔

### روزنامہ ہمدم لکھنؤ کا نقل مکان

روزنامہ ہمدم لکھنؤ کے [illegible] سے [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] سے شائع ہوگا۔ نیاز مند منیجر ہمدم لکھنؤ

## مولانا پنچ کی نوٹ بک

### کچھ سنئے خود لیجیے

نئی قسم شہرت ہے جو ہم جیسے یا بڑی کثر اخبار کی قدر کرتا ہے۔ یہ افسوس ہے کہ میاں نادر خان خالی خولی سپاہی آدمی۔ اقبال ہو تو جنرل کے نام مصاحب اور آغا ڈاکا بی قبائل امیر حبیب نے ضیل کیے ساتھ نہیں دے سکتا یہ بھی مسلم ہے کہ خان ذی شان امان اللہ کا دم بھرنے والے اب کابل میں نہیں ہیں۔ ہونگے تو کسی کونے کھدرے میں پڑے انقلاب یا فرنگی تاب یا انقلاب کا وظیفہ پڑھ رہے ہونگے۔ امیر حبیب اللہ کی بادشاہی بھی باقی ہو گئی بات ہے اور یہ خیال بھی غلط ہے کہ امیر کو اب ہے روزانہ جیسا ابھی خلل رہے ہیں۔ ان کی خبر ہی تو وہ ہمارے برادران عزیز بھی اخبار نویس خرش اور شائع و مشتہر کرچکے ہیں یا تجیب ہے سخت خرابیاں آنکے تو اندر ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے۔ وہ بیچارے میاں [illegible] [illegible] کی طرف جا کے سب کے ساتھ ہی کہاں تک کہیں گے۔

### افواہ

دو اخباری کاغذ ہی کیا جو ہر کام جھوٹ کے افواہ ہ گھیے۔ بات یہ ہے کہ غیر مستند خبر کے ذیل میں جو جی میں آئے کہہ دیجیے۔ چنانچہ حال میں ایک تجیب ہے پر کی خبر اڑی ہے یعنی امیر حبیب اللہ کے پاس بجٹ ۵ آم الدین خان کے جیب میں روپے نہیں پھر بھی وہ کھنؤ نے اور ایک اخباری کاغذ کو اپنا مصرف کا ماتی بنا گئے خیر وہ تو ہاتھ میں خالی جیب کی حالت ہوتی ہے بیچارہ قابل ہوتی ہے۔ ستم یہ ہوا کہ دوسرے اخبار نویس کو جو بچا سلا مسکرا دو ناو اور خدا جانے کیا کیا فقرے امیر حبیب اللہ کی شان میں کہا کہ: قصہ قبول نہ بیچ قیام گاہ پر جا کے بے زبان دنا روا دی ایسی ایسی باتیں سنائیں کہ توبہ بھلی۔ اخبار نویس صاحب نام نظامی ہر بات باقاعدہ ہشتہ نشہ وار کرنے کا قصہ ہے امید ہے کہ شہری جرائد اس خوامی خبر کی تصدیق یا تکذیب بعنوان شایستہ فرمائینگے اور یہ بھی کہ شیبہ ظلم امام الدین و قتیل خونخوار جیسے اشخاص کون بزرگ ہیں۔ اور اگر یہ خوامی خبر ہی